AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مشائخ چشتؒ کے نظام اصلاح وتربیت کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Chishti Order's Reform and Training

Wasim Shoukat
(PhD Research Scholar, Mohi-ud-Din Islamic University, Nerian Sharif AJ&K)
Prof. Dr. Abdul Hameed Khan Abbasi
Dean Faculty of Arabic and Islamic Studies,Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJK.
Dr. Muhammad Ashfaq
HOD Department of Islamic Studies, MIU Nerian Sharif AJ&K

Abstract

This article discusses the system of reform and training of the Chishti Order's. The most important aspect of the Chishti Order's achievements is related to their system of reform and training. They adopted an effective method for reforming corrupt elements in society and raising the moral level of humanity, which history fails to provide an example of. The source of the Chishti Order's psychological insight was the power of faith and practice, which had such an impact on their gaze that whoever they looked at would have their life transformed. Their efforts to reform and strive for religion are evident in their pure lives. Saving humans from moral defects and showing them the path of Sharia was the focus of the Chishti Order's efforts. For this purpose, they established a system of spiritual guidance and discipleship. The success of guidance and reform depends on the mental and practical abilities of the guide or reformer. The Chishti Orders learned these abilities from the character of the prophet Muhammad (peace be upon him) and put them into practice. The Chishti orders established a special system for keeping the heart and soul right and training individuals in the best way. This article discusses the system of reform and training of the Chishti orders so that by benefiting from it, a teacher or mentor can overcome the difficulties that prevent them from succeeding in the field of training.

Keywords: *Mashā'ikh, Chishtiyyah, Iṣlāḥ, Tarbiyyah, Nafsiyyāt, Niẓām, 'Amal*

تمہید

مشائخ چشت کے کارناموں کا سب سے اہم پہلو ان کے نظام اصلاح وتربیت سے وابستہ ہے۔انہوں نے سماج کے فاسد عناصر کی اصلاح اور انسانیت کی اخلاقی سطح کو بلند کرنے کے لیے جو مؤثر طریقہ اختیار کیا،تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔دور حاضر کو علوم عقلیہ اور سائنس کی ترقی پر بہت بڑا فخر وناز ہے اور یہ فخر وناز بڑی حد تک حق بجانب ہے۔انسان نے ایک طرف قوائے فطرت کی تسخیر میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی ہیں تو دوسری طرف فطرت انسانی کے بہت سے اسرار کو بھی بے نقاب کر دیا ہے۔لیکن ان ترقیات کے باوجود عصر حاضر کے ماہرین نفسیات،انسانی دل ودماغ کے ان گوشوں تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوئے جہاں پر مشائخ اشاروں ہی اشاروں میں انقلاب پیدا کر دیتے تھے۔مشائخ چشت نے اپنے تجربات وافکار کے ذریعے ایک ایسا نظامِ اصلاح ترتیب دیا تھا جس کی زندہ مثالیں دورِ جدید میں بھی ملتی ہیں۔

مشائخ چشت کا اندازِ تربیت

مشائخ چشتؒ کی نفسیاتی بصیرت کا سرچشمہ ایمان وعمل کی قوت سے ابلتا تھا اور ان کی نگاہ میں ایسی تاثیر پیدا کر دیتا تھا کہ جس کی طرف دیکھ لیتے اس کی زندگی میں معصیت کے سوت خشک ہو جاتے۔افسوس کی بات ہے کہ ان بزرگوں کے حالات میں اب تک ہندوستان

میں جو لٹریچر شائع ہوا ہے اس میں ان کی زندگی کے اس پہلو کو نظر انداز کر کے، کرامات اور خرقِ عادات کی داستانوں کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے حالانکہ ان مشائخ نے اظہار کرامات کی نہ صرف جگہ جگہ مذمت کی ہے بلکہ اس کو حیض الرجال سے تعبیر کیا ہے۔[1]
ان کی پاکیزہ زندگیوں کی کشش ان کی اصلاحی اور دینی جدوجہد میں محسوس ہوتی ہے۔اس لیے اس بات میں ذرا تفصیل سے مشائخ چشت کے نظام تعلیم و تربیت اور انداز تبلیغ و اشاعت پر بحث ہو گی۔قرآن کریم میں رب ذوالجلال کا ارشاد ہے:

"الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا"[2]

ترجمہ: جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے اے محمد ﷺ، وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔سو جو عہد شکنی کرتا ہے تو اپنی ذات کی مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا۔ان کو عنقریب اجر عظیم ملے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے لوگوں سے مختلف مقاصد کے لیے بیعت لی تھی۔کسی سے جہاد کے لی، کسی سے ہجرت کے لیے، کسی سے ارکان اسلام کی پابندی کے لیے اور کسی سے سنت نبوی کے تمسک پر، بعض احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے کچھ محتاج مہاجرین سے اس پر بیعت لی کہ وہ کسی کے آگے دست سوال نہ پھیلائیں۔بعد میں ان لوگوں کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اگر کسی کا کوڑا ہاتھ سے گر جاتا تو خود گھوڑے سے اتر کر اٹھاتا تھا اور کسی سے کوڑا اٹھانے کا سوال نہ کرتا تھا۔بہر حال احادیث نبوی سے ثابت ہے کہ بیعت کسی بھی مقصد کے لیے لی جا سکتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کیا حکمت تھی اور مشائخ چشت کس مقصد کے لیے بیعت لیتے تھے؟ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیعت کی حکمت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"جان لو کہ سنتِ الٰہی یوں جاری ہے کہ امور خفیہ جو نفوس میں پوشیدہ ہیں ان کا ضبط افعال اور اقوال کا ظاہری سے ہو اور افعال و اقوال قائم مقام ہوں امور قلبیہ کے۔چنانچہ تصدیق اللہ اور اس کے رسول اور قیامت کی امر مخفی ہے۔تو اقرار ایمان کے بجائے تصدیق قلبی کے قائم کیا گیا اور جیسے کہ رضامندی بائع اور مشتری کی قیمت اور مبیع کے دینے میں امر مخفی پوشیدہ ہے تو ایجاب اور قبول کو قائم مقام رضا کے مخفی کر دیا۔سو اسی طرح توبہ اور عزم کرنا ترک معاصی اور تقویٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا امر مخفی اور پوشیدہ ہے تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا۔"[3]

[1] تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، زاویہ پبلشرز، لاہور، س ن، ص: ۲۲
[2] الفتح: ۴۸ / ۱۰
[3] القول الجمیل، شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۹۱ھ، ص: ۱۳

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حقیقت یہ ہے کہ بیعت میں ایک نفسیاتی مصلحت پوشیدہ ہے۔ جب انسان اپنی ماضی کا تنقیدی جائزہ لیتا ہے تو بہت سی باتیں اس کو اخلاق و مذہب کے خلاف نظر آتی ہیں۔ اس کا ضمیر ملامت کرنے لگتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اپنی معصیتوں سے توبہ کرتا ہے۔ لیکن اسے اطمینان نہیں ہوتا۔ اس سے قلب میں ایک بے چینی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ ماضی کا تصور اس کے لیے سوہانِ روح بن جاتا ہے۔ اس کی توبہ اس تصور پر غالب نہیں آتی اب وہ ایک پاک باطن، نیک نفس انسان کے ہاتھ پر ترک معاصی اور تقویٰ کا عہد کرتا ہے۔
شیخ یقین دلاتا ہے کہ "تائب با متقی برابر راست"[4] (توبہ کر لینے والا متقی کے برابر ہو جاتا ہے۔)
اس کے دل کے زخموں پر چھاپہ سالگ جاتا ہے۔ تکلیف دہ ماضی سے اس کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے مستقبل کو نئی امیدوں، محکم یقین اور بیدار احساس کے ساتھ سنوارنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ مشائخ چشت جس مقصد کے لیے بیعت لیتے تھے اس چیز کا اندازہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں:

> "جب کوئی شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین (حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں ارادت کی نیت سے آتا تو اول آپ سورہ فاتحہ اور اخلاص پڑھنے کا حکم فرماتے۔ اس کے بعد امن الرسول پڑھتے اس کے بعد شھد اللہ سے ان الدین عند اللہ الاسلام تک پڑھتے۔ پھر فرماتے کہ (کہو) تونے اس ضعیف اور اس کے خواجہ خواجگاں اور پیغمبر کے دست مبارک پر بیعت کی اور خدائے تعالیٰ سے اس بات پر عہد کیا کہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ پر نگاہ رکھے گا اور شرع کے طریقے پر چلے گا۔"[5]

انسان کو اخلاقی عیوب سے بچانا اور اس کو راہ شریعت دکھانا مشائخ چشت کی کوششوں کا مرکز و محور تھا۔ اسی مقصد کے پیش نظر مریدین کو خلافت دی جاتی تھی۔ خوش قسمتی سے حضرت محبوب الٰہی کا وہ خلافت نامہ جو انہوں نے اپنے ایک عزیز مرید شیخ شمس الدین یحییٰ کو عنایت فرمایا تھا۔ سیر الاولیاء میں ہمیں مل جاتا ہے۔ مشائخ چشت کے مقاصد کے تعین اور ان کے لائحہ عمل کی وضاحت کے لیے اس سے زیادہ اہم دستاویز میسر نہیں ہے۔ اس لیے افادہ و استفادہ کے لیے اس کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

> "اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ تمام حمد و ثناء اس خدا کو ثابت ہے جس نے اپنے دوستوں کے ارادوں کو عالم اور اہل عالم کی طرف حیل کرنے کی طرف کر دیئے اور ان کے دلی قصدوں کو خدائے واحد و حنان کے ساتھ نیکوکاری کی رو سے وابستہ کیا۔ پس صبح و شام خدا کے دوستوں پر محبوب کے دریائے محبت کی شراب کا پیالہ ہمیشہ اور بلا زوال دور کرتا ہے۔ جب ان پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو ذوق و شوق سے ان کے دل مشتغل ہو جاتے اور آنکھیں بارش کی طرح آنسو بہاتی ہیں وہ دوست کے ساتھ راز کہنے کی وجہ سے برخورداری حاصل کرتے اور دہر پر وہ حق کے گرد فکر سے گھومتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر زمانے میں عرفان کی تازگی کے لباس سے آراستہ رہتے ہیں۔ پھر اطراف عالم میں ان کی نشانیاں ظاہر

---

[4] فوائد الفواد قطب الدین بختیار کاکیؒ، مترجم: خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی، زاویہ فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص: ۲، ۳

[5] سیر الاولیاء، سید محمد بن مبارک کرمانی میر خوردؒ، مترجم: غلام احمد بِریاں، الکتاب، گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ، ص: ۲۲۳

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہوتی اور عالم میں ان کے انوار روشن اور واضح ہوتے ہیں۔ ولی کی زبان حق کے ساتھ گویا ہوتی اور خلق میں خدا کا داعی ہوتا ہے۔ تاکہ خلق کو گمراہی کی تاریکی سے ہدایت کی روشنی کی طرف نکالے اور انہیں رب غفور کی طرف نزدیک کر لے۔ حمد و ثناء کے بعد روشن شریعت اور تاباں طریقت کے صاحب یعنی رسول رحمت ان پر خدا کی کامل نازل ہو جو مقام بیعت میں اپنے پروردگار کے خلیفہ ہونے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جناب پیغمبر ﷺ کے ان خلفاء پر بھی خدا کی رحمت کاملہ نازل جو راہ راست دکھانے والے اور ہر برتر مقام پر پہنچنے والے ہیں۔ اور پیغمبر کی آل پاک پر بھی خدا کی رحمت نازل ہو جو اپنے رب کو ہر صبح و شام یاد کرتے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ خدائے واحد علام کی طرف پکارنا اسلام کا ایک اعلیٰ وارفع رکن اور ایمان کا نہایت مضبوط کڑا ہے جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام کی حدیث میں وارد ہوا ہے مجھے اس پاک ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اے مسلمانو! اگر تم چاہو تو میں تمہارے وثوق و تیقن کے لیے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بندگان خدا میں سب سے زیادہ خدا کے دوست وہ لوگ ہیں جو خدا کو دوست رکھتے ہیں خدا کی طرف یعنی خدا کی محبت اور عشق کا طریقہ سیکھتے ہیں نیز بری باتوں سے باز رکھنے اور اچھے باتوں کا حکم کرنے کے لیے زمین پر چلتے ہیں۔ اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مدح سرائی ان الفاظ میں کی ہے کہ "وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا"[6] یعنی رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو کہتے ہیں: "الٰہی ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی خنکی عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام قرار دے اور تحقیق خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس حدیث کی موافقت کے لحاظ سے اس بہترین پیغمبر کی پیروی لازم و واجب کی ہے جو اپنی امت کے لوگوں کو بہشت کی طرف کھینچ لے جانے والا ہے۔ جن کے اعضاء وضو روشن و درخشاں ہوں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد ﷺ آپ فرما دیجئے کہ یہ میری راہ اور میرا دین ہے اور اے میری امت میں تمہیں خدا کی طرف اس بینائی کی رو سے بلاتا ہوں جس پر میں ہوں اور جو لوگ میری پیروی کرتے ہیں اور پیغمبر کی پیروی بجز آپ کے اقوال کی رعایت و نگاہ داشت کرنے اور اعمال میں آپ کی اقتداء کرنے اور ان تمام چیزوں سے سر کو پاک کرنے کے جو وجود پیدائش میں خدا کے سوا ہیں اور تمام خلائق سے قطع تعلق کر کے معبود کی طرف ملنے کے ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ پھر جاننا چاہیئے کہ فرزند عزیز پرہیزگار اور خدا کی صفات و وحدانیت کا عالم اور خدا کا پسندیدہ اور رب العالمین کی طرف توجہ کرنے والا یعنی شمس الملت والدین محمد بن یحییٰ نے (خدائے واحد اس کے انوار کو اہل یقین اور صاحب تقویٰ پر فائز کرے) جب اپنا قصد و ارادہ ہماری طرف درست کیا اور ارادت کا خرقہ ہماری طرف سے زیب جسم کیا ور ہماری صحبت کا کافی و وافی حصہ حاصل کیا تو میں نے اسے اجازت و رخصت دی جبکہ میں نے تجربہ کر لیا کہ وہ جناب سید کائنات ﷺ کی پیروی و اتباع پر ثابت قدم و مستقیم ہے

[6] سورۃ الفرقان، ۲۵ / ۷۴

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اور اس نے اپنے تمام اوقات طاعات الٰہی میں مستغرق کر دیئے ہیں اور غلبات نفس اور خطرات کے ہجوم سے اپنے دل کو محفوظ رکھتا ہے۔ دنیا اور اسباب دنیا سے رو گرداں ہے اور ابناء دنیا کی طرف میل کرنے سے بری ہے۔ اس نے تمام علائق کو قطع کر دیا اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہے۔ اس کے دل میں عالم قدس کے انوار تاباں درخشاں ہیں اور عالم ملکوت کے اسرار چمک رہے ہیں اس کے لیے خدا تعالیٰ کی معرفت کے دریافت کرنے کا دروازہ کھل گیا ہے اور محبت کا ذوق و شوق دل میں بھرا ہوا ہے میں نے اسے اس بات کی اجازت دی کہ مریدین کو خرقہ پہنچائے اور انہیں اعلیٰ مقامات کی طرف راہ دکھائے۔ میں نے شمس الدین یحییٰ احمد اللہ کو ویسی ہی اجازت دی جیسے مجھے میرے شیخ نے اپنی نظر خاص سے ملاحظہ کرنے اور خرقہ اختصاص کے پہنانے کے بعد اجازت دی تھی۔''[7]

اس خلافت نامے کے مطالعہ کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ مشائخ چشت کی جدوجہد کا بنیادی مقصد اخلاقی احساس و دستور کو بیدار کر کے اصلاح و تربیت کا سامان فراہم کرنا تھا۔

معلم اخلاق کا کردار اور خصوصیات

ہدایت و اصلاح کی کامیابی کا انحصار ہادی یا مصلح کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔ کسی شخص سے نصیحت کے چند جملے کہہ دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن اس نصیحت کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کا سانچہ بدل دینا، جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اس کے لیے کردار کی بہت سی خوبیاں درکار ہیں۔

ا۔ ایک معلم اخلاق کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود ان اخلاقی اقدار کا حامل ہو۔ جن کی تبلیغ وہ دوسروں کو کرتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُم"[8]

ترجمہ: کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جائے ہو۔

بے عمل انسان کے الفاظ کسی کی لوح دل پر نقش نہیں بنا سکتے۔ وہ زبان سے نکل کر کانوں پر ٹکراتے اور فضاؤں میں گم ہو جاتے ہیں۔ دل تک تو صرف اس شخص کی آواز پہنچتی ہے۔ جس کے الفاظ کے پیچھے عمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے۔

یہ سرور عشق اور نور یقین عمل کی پیداوار ہیں۔ ان میں ایک ایسی قوت کارفرما ہوتی ہے جو انسانی قلب کے ساتھ وہی عمل کرتی ہے جو مقناطیس لوہے کے ساتھ کرتی ہے۔ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علمی غرور کا یہ عالم تھا کہ کسی کو نظر میں نہ لاتے تھے۔ لیکن بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

[7] اس خلافت نامہ کا اردو ترجمہ سیر الاولیاء، ص: ۲۴ - ۲۳۶ سے لیا گیا ہے۔
[8] البقرۃ: ۲/ ۴۴

"دیکھا کہ ایک بادشاہ ہے جو اپنے سینہ صافی اور دل کشا تقریر سے آنے والوں کے دل بھید بیان کرتا ہے جو ان کے دلوں کو اچک لیتا ہے۔"[9]

مناقبِ فخریہ کا مصنف جب پہلی بادشاہ فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایسا محسوس کرنے لگا:

"گویا ایک شراب تھی جو جام دل میں ڈال دی گئی یا ایک آگ تھی جو میرے سینے میں بھر دی گئی۔"[10]

نظر میں یہ تاثیر عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ مشائخ چشت نے معلمِ اخلاق کی کامیابی کا یہ راز پیغمبر اسلام کی پاک سیرت سے سیکھا تھا۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے:

"سلطان المشائخ نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ السلام والصلوٰۃ کا کمال دیکھو کہ جس کام کی اوروں سے درخواست کی، پہلے خود عمل میں لائے تاکہ دوسرے لوگ عملی طور پر اس کا اظہار کریں۔ اور اس میں آپ کی فرماں برداری کریں۔ ایسے شخص سے یہ بات کیوں متصور ہو سکتی ہے۔ کہ خود نہ کرے اور غیر کو کرنے کا حکم دے۔ امیر خسرو نے کیا خوب کہا ہے کہ جو واعظ اور نصیحت گو ایسی بات کی لوگوں کو نصیحت کرے۔ کہ خود اس پر عامل نہ ہو تو خلق اسے شمار میں نہ لاتی۔"[11]

۲۔ ایک معلم اخلاق کو پورے طور پر قوم کی اجتماعی اور انفرادی نفسیات سے واقف ہونا چاہیئے کسی انسان کے فکر و عمل میں اس وقت تک تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے ذہنی محرکات و قلبی کیفیات اور طبعی رجحانات کا صحیح اندازہ نہ ہو۔ جس صلاحیت کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے "نفس گیرا" سے تعبیر کیا ہے۔ وہ حقیقت میں یہی چیز ہے کہ شیخ کی نظر وجدان یا احساس کتنا ہو، کہ وہ دل کی گہرائیوں کا پتہ لگالے۔

اگر ایک مرتبہ انسان کے ان افکار و جذبات کا علم ہو جائے جو وہ سماج یا قانون یا کسی اور ڈر سے اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے۔ تو اس کی اصلاح و تربیت کا کام بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ انسانی فطرت ناواقفیت، اصلاحی کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس میں انسان کے تجربے کو بھی بڑا دخل ہے۔

عوام کو جتنا گہرا تعلق ہو گا اتنا ہی نفسیاتی تجربہ وسیع ہو گا۔ غالباً اسی مصلحت کے پیش نظر مشائخ چشت اپنے خلفاء کو خلق میں رہ کر لوگوں کی جفاء برداشت کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ ان کا یقین تھا کہ جو نفسیاتی بصیرت تجربے کی راہ سے آئے گی وہ زیادہ صحیح اور مؤثر ہو گی۔

۳۔ ایک معلم اخلاق کو مہر و محبت کا مجسمہ ہونا چاہیئے، درشت خو آدمی کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ حد یہ ہے کہ مریض کڑوی دوا کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ یہ ازالہ مرض کرے گی، پینے سے گریز کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[9] سیر الاولیاء، ص: ۱۷۵

[10] مناقب فخریہ (قلمی نسخہ)، نظام الملک، مملوکہ مصنف، ۱۳۰۰ھ

[11] سیر الاولیاء، ص: ۳۲۳

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ "[12]

ترجمہ: اے محمد ﷺ! اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیتے۔

خود رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا:

"لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین"[13]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان نہیں لاتا جب تک میں اس کے باپ اور بچوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔

جو معلمِ اخلاق اپنی محبت سے قلوب انسانی پر قبضہ کر لیتا ہے اس کو اپنا پیغام دل کے کانوں میں پہنچانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔

ا۔اصلاح وتربیت کے طریقے

علم نفسیات میں انسان کی تین کیفیات سے بحث کی جاتی ہے۔ ادراک، احساس اور عمل۔ ہر انسانی فعل ادراک واحساس کی منزل سے گزرتا ہے۔ سماج اور حکومت عمل پر مواخذہ کرتے ہیں۔ قانون تعزیرات کی کوئی دفعہ ادراک واحساس کی منزل پر جرائم کا احتساب نہیں کر سکتی۔ مشائخ کی اصلاح کا بنیادی طریقہ اور اصول یہ تھا کہ انسان کا عمل درست کرنے کے لیے ادراک واحساس کو درست کیا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ برا فعل برا ہے، لیکن برا خیال اس سے بھی برا ہے۔ جسم کی جنابت پانی سے دور ہو جاتی ہے لیکن دل کی جنابت دور کرنے کے لیے یہ پانی کافی نہیں۔ وہ آنکھوں کے پانی سے دھلتی ہے اور نالہ ہائے نیم شبی سے اس کے اثرات محو ہوتے ہیں۔ انسان کی تربیت وہ ہے جو اس کے ادراک، احساس اور عمل کو درست کرے۔ وہ صرف برے عمل ہی سے پرہیز نہ کرے بلکہ برے خیالات اور برے احساسات سے بھی بچے۔ صرف اس کی گردن سے زناہی نہ دور کر دیا جائے بلکہ اس کی پیشانی میں چھپے ہوئے سجدہ ہائے صنم بھی نکال دیئے جائیں۔ ایک دن حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اول خطره است یعنی اول چیزے در دل بگذرد، بعد ازاں عزیمت است یعنی برآں اندیشه دل می بندد، و بعد ازاں فعل است یعنی آں عزیمت را بفعل رساند بعد ازاں فرمود که عوام را تا فعل نگنند نگیر نداما خواص را ہم در خطره مواخذه باشد"[14]

ترجمہ: اول خطرہ وہ ہے جو چیز دل میں گزرے اور بعد ازاں عزیمت ہے یعنی اسی اندیشے پر دل لے اور پھر فعل ہے، یعنی وہ ارادہ فعل میں ڈھلتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ عوام سے جب تک فعل سرزد نہ ہو مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن خواص سے خطرہ کی صورت ہی میں مواخذہ کر لیتے ہیں۔

۲۔ یہ اصول تسلیم کرنے کے بعد انسانی اعمال کی درستگی کے لیے ادراک واحساس کی اصلاح ضروری ہے۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے اس کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرنے چاہئیں۔ انسان کی جن دو قوتوں کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بہیمی اور ملکوتی کا لقب دیا

[12] آل عمران: ۳ / ۱۵۹

[13] سنن النسائی، امام حافظ ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب ابن علی بن سنان النسائیؒ (۲۱۵ھ – ۳۰۳ھ)، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹م، کتاب الایمان و شرائعه، باب: علامة الایمان، رقم الحدیث: ۵۰۱۶

[14] فوائد الفواد، ص:۱۸

ہے۔[15] ان کو حضرت محبوب الٰہی رحمہ اللہ نفس اور قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ نفس میں غوغا، دشمنی اور فتنہ ہے، قلب میں سکوت، رضا اور نرمی ہے۔[16] ایک کا رجحان برائی کی طرف ہے اور دوسرے کا بھلائی کی جانب۔ برائی کا سد باب نفس کو کچلنے سے نہیں بلکہ قلب کو بیدار کرنے سے ہو سکتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ انسان کی کسی فکری یا ذہنی کیفیت کو زبردستی دور نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کا جسم زنجیروں سے جکڑا جا سکتا ہے لیکن اس کے ذہن پر پہرے نہیں بٹھائے جا سکتے۔ بعض صورتوں میں ایسا احساس محسوس ضرور ہوتا ہے کہ زبردستی جو کیفیت دور کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہ کامیاب ہو گئی لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ جس ذہنی کیفیت کو ایک جگہ دبا دیا جاتا ہے وہ دوسری جگہ ایک ضعفِ دماغی کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اور اس طرح خود ستائی ذہنی کشیدگیوں کا سبب بن جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا صحیح فکری مزاج قائم نہیں رہتا۔ اس میں قنوطیت، بے عملی، پست ہمتی اور خوف کی مختلف کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

برائی کو دور کرنے کا سب سے مؤثر طریقہ قلب کو بیدار کرنا ہے۔ جب قلب قوت حاصل کر لیتا ہے تو نفس کے تقاضے خود بخود خاموش ہو جاتے ہیں۔ انسان کی بہیمی قوت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی اس نصیحت پر کہ "از سرِ شہوات باید گزشت"[17] (نفسانی خواہشات پر سے گزر جانا چاہیئے) پر عمل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

مشائخ چشت کے نزدیک قلب کی حقیقت اور اس کی بیداری

۱۔ دل انوار ربانی کا محل ہے، معرفتِ حق اسی کے ذریعے ممکن ہے۔ انسان کے جسدِ خاکی میں یہی وہ حصہ ہے جو اس کو مبداء فیاض سے ملانے کی راہیں دکھاتا اور مضراب حیات کو نظام الوہیت سے ہم آہنگ کرتا ہے۔

۲۔ لیکن ہر انسان کا دل انوار ربانی کا محل نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کی مثال آئینہ کی سی ہے۔ جب اس پر حجابات پڑ جاتے ہیں تو وہ نظارہ جمال کے قابل نہیں رہتا۔ پیکر انسانی میں دو قوتیں کام کر رہی ہیں۔ بہیمی اور ملکوتی۔ ایک انسان کو نیچے کی طرف کھینچتی ہے اور دوسری اوپر کی طرف جو قوت زور پکڑ جاتی ہے اسی سے قلب متاثر ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ جب نفس یا بہیمی قوت غالب آ جاتی ہے تو آئینہ دل غبار آلود ہو جاتا ہے اس میں انوار ربانی کو کھینچنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ حضرت چراغ دہلویؒ، رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث:

"الا و ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب"[18]

---

[15] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، دار الجیل للنشر والطباعۃ والتوزیع، ط اول، ۲۰۰۵ء/۱۴۲۶ھ،

[16] فوائد الفواد، ص: ۱۲۴

[17] ایضاً، ص: ۱۱

[18] سنن ابن ماجه، امام حافظ ابو عبدالله محمد بن یزید ابن ماجه (۲۰۹ھ – ۲۷۳ھ)، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ/مارس ۲۰۰۹ء، کتاب الفتن، باب: الوقوف عند الشبهات، رقم الحدیث: ۳۹۸۴

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیئے کہ انسان کے جس میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جس پر انسان کی اچھائی برائی کا مدار ہے۔ وہ جب ٹھیک ہوتا ہے تو انسان ٹھیک رہتا ہے اور جب بگڑ جاتا ہے تو انسان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کا دل ہے۔

پڑھ کر دل کی بیماریوں کا حال بیان فرمایا کرتے تھے۔

جب بہمیت کا پورا تسلط اور غلبہ ہو جاتا ہے تو انسان کے کان کسی بھلائی کی بات سننے اور اس کا دل کسی ہدایت کو سمجھنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن میں فرمایا گیا:

"خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ"[19]

ترجمہ: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

۳۔ انسان میں بہیمی یا ملکوتی قوت غالب آنے کے جو اسباب ہیں ان کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک پورا باب:

"فی اسباب الخواطر الباعثه علی الاعمال"[20]

ترجمہ: ان ارادوں کے اسباب میں جو کاموں کے باعث ہوتے ہیں۔

قائم کیا ہے۔ اس پر بحث کی ہے۔ مجموعی طور پر اگر حجۃ اللہ البالغہ کی روشنی میں ان اسباب کو متعین کرنے کی کوشش کی جائے جو اعمال انسانی کے اصل محرک ہوتے ہیں تو ہم مندرجہ ذیل نتائج پر پہنچیں گے:

ا۔ انسان کا پیدائشی مزاج

ب۔ معاشی حالات

ج۔ ماحول

د۔ غذا

اپنے خیالات کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انہی اسباب میں سے آدمی کا پیدائشی مزاج ہے جو خورد و نوش وغیرہ کی محیط تدابیر سے متغیر رہتا ہے۔ مثلاً گرسنہ (بھوکا) کھانے کو طلب کرتا ہے اور تشنہ (پیاسا) پانی طلب کرتا ہے اور خواہشات نفسانی والا عورتوں کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اکثر لوگ سخت غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں۔ ان سے وہ سنگ دل ہو جاتے ہیں۔ قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے ایسے موقعوں پر غصہ ظاہر کرتے ہیں جہاں اوروں کو غصہ نہیں آتا۔[21]

[19] البقرۃ: ۲/ ۷

[20] حجۃ اللہ البالغہ، حمایت اسلام پریس، لاہور، ص: ۱ / ۴۷، ۴۸

[21] ایضاً، ص: ۴۷، ۴۸

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قلب کی صحیح کیفیت قائم رکھنے اور ملکوتی قوتوں کو ابھارنے کے لیے عبادات کی ضرورت ہے۔ارکان دین کے علاوہ تصوف کے اعمال و اشغال کا مقصد بھی یہی ہے کہ قلب کو اس طرح بیدار کر دیا جائے کہ اس پر ملکوتی رنگ غالب آ جائے۔

نماز اگر صحیح اور مکمل طور پر ادا کی جائے تو یہ اچھے اخلاق پیدا کرتی ہے اور برائی سے بچاتی ہے۔امام غزالیؒ نے احیاء العلوم الدین میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ''جس شخص کی نماز اس کو برائی اور بدی سے نہ روکے تو ایسی نماز اس کو خدا سے دور کر دیتی ہے۔'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نماز کا مقصد اچھے اخلاق پیدا کرنا ہے۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں نماز میں دونوں باتیں موجود ہیں، تزکیہ نفس اور اخبات اور اس کی وجہ سے نفس پاک ہو کر عالم ملکوت تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔''[22]

تلاوت کلام پاک کے فوائد بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے نفس آسمانی اثرات قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے:

"لکل شيئ مصقلة و مصقلة القلب تلاوة"

ترجمہ: ہر چیز کے لیے ایک خاص صیقل (چمکانے والی) ہوا کرتی ہے اور دل کی صیقل قرآن کی تلاوت کرنا ہے۔

شاہ ولی اللہ نے ارکان دین کے اسرار بیان کرنے میں جن نفسیاتی حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے ان سے ہمارے اس خیال کی پوری تائید ہوتی ہے کہ ارکان دین کو صحیح جذبے کے ساتھ ادا کیا جائے تو قلب کی ملکوتی کیفیت اجاگر ہوتی ہے۔اور خود بخود اچھے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔

مشائخ کے اعمال واشغال کا سب سے اہم پہلو یہی ہے کہ ان کے ذریعے انسانی قلوب کی صفائی ہو جاتی ہے اور بہیمی قوت کی اصلاح ہو جاتی ہے صرف مشائخ سلسلہ چشتیہ کے اشغال پر ہی غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ ان میں کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ذکر خفی و جلی کا جو طریقہ سلسلہ چشتیہ میں رائج ہے اس سے ایک رگ جس کا نام کیماس ہے خاص طور پر متاثر ہوتی ہے۔اس سے دل میں خاص گرمی پیدا ہوتی ہے جس سے وسوسے خود بخود دفع ہو جاتے ہیں۔اور جمیعت خاطر پیدا ہو جاتی ہے۔ذکر کا یہ فائدہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بیٹے شاہ ولی اللہ دہلوی سے بیان کیا تھا۔[23]

شاہ کلیم اللہ دہلوی نے کشکول کلیمی میں ذکر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذکر نفسیاتی خطرے اور شیطانی وسوسے سے دل کی صفائی کرتا اور باطن کو اس طرح بھرتا ہے کہ اگر کوئی خطرہ دل میں آنے کا ارادہ کرے۔

مراقبہ کے متعلق شاہ کلیم اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ دل کا نگران ہوتا ہے۔تین چیزوں سے دل میں مرض پیدا ہوتا ہے:

۱۔ اول حدیث نفس ہے جو قصد واختیار سے دل میں آتی ہے۔

۲۔ دوسرا خطرہ دل بلا قصد وارادہ کے آتا جاتا ہے۔

---

[22] ایضاً، ص:۱ / ۳۷۹

[23] القول الجمیل، ص:۴۷، ۴۸

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۳۔ تیسرا غیر کی طرف نظر ڈالنا ہے یعنی علم اشیاء متکثرہ۔[24]

ان امراض کا علاج مراقبت سے ہو جاتا ہے۔ شیخ عزیزالدین نے حضرت محبوب الٰہی (نظام الدین اولیاء) کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں عزیزالدین تم روزے رکھا کرو اور دل کے روزے رکھا کرو۔ شیخ عزیزالدین نے یہ خواب حضرت چراغ دہلویؒ سے بیان کیا تو فرمایا کہ حضرت نے تمہیں مراقبہ کا حکم دیا ہے۔[25]

۳۔ انسان میں اچھائیاں بھی ہوتی ہیں اور برائیاں بھی ہوتی ہیں۔ برائیوں کو دور کرنے کے لیے انسان کی اچھائیوں کو اچھالنا چاہیئے۔ اس کا ایک نفسیاتی اثر انسان کی طبیعت پر مرتب ہوتا ہے اور وہ خود بخود برائیوں سے گریز کرنے لگتا ہے۔

۴۔ جس انسان کی اصلاح و تربیت مقصود ہو، اس کو ہمدردانہ طور پر سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مصلح کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس انسان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے پہلے اس کی اندرونی کشمکش اور خلش کا پتہ لگائے پھر ایسے دبے پاؤں جا کر اس کی دنیا کا جائزہ لے کہ وہ افشاء راز پر گھبرا نہ جائے اس کا پردہ فاش نہ ہو لیکن اس کی اصلاح کا سامان مہیاء ہو جائے۔

۵۔ اگر کوئی انسان کسی برائی کا شکار ہے تو اسے یہ کہنا کہ تم اسے چھوڑ دو، سودمند نہیں ہو سکتا۔ اس مطالبہ کے بعد اس میں ایک ایسی کش مکش پیدا ہو جائے گی جو اس کی خواہشات کو تحت الشعور میں اتار کر بہت سی ذہنی الجھنوں کو ابھار دے گی۔ اس کے برخلاف اگر کسی خیال کو چھوڑ دینے کا تقاضا کرنے کے بجائے اور دلچسپی (Counter Attraction) پیدا کرا دی جائے تو غیر محسوس طریقے پر وہ خیال اس کے دل سے اور ذہن سے نکل جائے گا۔ مثلاً ایک ایسے شخص جس پر جنسی جذبات کا غلبہ ہے، یہ کہنے کے بجائے کہ تم ان جذبات سے باز آ جاؤ۔ یہ کہا جائے کہ تم ہر اس موقع پر جس میں کسی غیر مناسب جذبے کا شکار ہو اپنے شیخ کا تصور کر لیا کرو تو اس پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔ اور وہ اپنے جذبات قابو کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ"[26]

ترجمہ: بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

اس آیت کریمہ کے حصے میں ایک زبردست نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے۔ مشائخ چشت نے اس حقیقت کو خوب سمجھا، اسی بناء پر وہ کسی برائی کو دور کرنے کے لیے کسی غیر متعلق نیکی کو ابھارنے کی کوشش کرتے تھے۔

۶۔ انسان کی اصلاح و تربیت میں تبدیلی ماحول سے زیادہ مؤثر کوئی چیز نہیں ہے۔ مشائخ چشتؒ کا خیال تھا کہ انسان کے بہت سے رجحانات، افکار و احساسات ماحول ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر ماحول میں مناسب ردوبدل کر دیا جائے تو انسان کی بہت سی خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک دن صحبت پر گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت خواجہ محبوب الٰہی نے فرمایا:

[24] کشکول کلیمی، شاہ کلیم اللہ دہلویؒ، مطبوعہ دہلی، قلمی نسخہ
[25] سیر الاولیاء، ص: ۳۰۱
[26] الاعراف: ۷ / ۱۶۸

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"صحبت رااثر قوی است"[27]

ترجمہ: صحبت کا بڑاطاقتوراثرہوتاہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کاصحبت صالح پر بہت زور تھا۔اپنے پیروکاروں سے اکثران کی صحبت کے متعلق دریافت فرمایاکرتے تھے کہ ایک مرتبہ اپنے خلیفہ امیر حسن سنجری سے دریافت کیا"مصاحبت پیشتر ما کہ می کنی" (تم اکثر کس کے ساتھ صحبت اختیار کرتے ہو)پھرارشادفرمایا:

باعاشقاں نشیں وغم عاشقی گزیں　　　　باہر کہ نیست عاشق کم کن ازوقرین[28]

ترجمہ:　عاشقوں سے صحبت اختیار کرواور عاشقی کاغم اختیار کرو۔ہر وہ آدمی جوعاشق نہ ہواس کی صحبت سے گریز کرو۔

شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمہ اللہ اور شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃاللہ علیہ نے اپنے اصلاحی پروگرام میں ماحول کی تبدیلی پر بڑازور دیاتھا۔ان کا خیال تھاکہ ماحول تبدیل نہ ہونے کی صورت میں اصلاح باطن کی ساری کوششیں "کوہ کندن وکاہ برآوردن" کے مصداق رہتی ہیں۔

شاہ کلیم اللہ دہلویؒ اپنے مریدین کو برابر خطوط لکھتے رہتے تھے اوران سے ان کے ماحول کے بارے میں دریافت فرمایاکرتے تھے۔ان کی ہدایت تھی کہ کوئی ایسا شخص جس کو تمہاری دینی جدوجہد میں دلچسپی نہ ہو تمہارامصاحب نہیں بنناچاہیئے۔

شاہ سلیمان تونسویؒ بری صحبت کے اثرات کے سلسلے میں عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی کی ایک عبارت نقل کیاکرتے تھے کہ ایک سانپ ایساہوتاہے جس پراس کی نظرپڑجاتی ہے وہ جل جاتاہے۔جب حیوانات کے یہ اثرات ہیں توپھر برے انسانوں کی صحبت کے اثرات کاتوتصور بھی نہیں کیاجاسکتا۔[29]

خلاصہ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید واحادیث نبویہ میں بھی اچھی صحبت کی تلقین وتاکید کی گئی ہےاور بری سنگت سے احتراز کاحکم دیاگیا ہے۔قرآن مجید کی سورہ فرقان میں فرمانِ خداوندی ہے:

"وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا"[30]

ترجمہ:اوراس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گااور کہے گاکاش میں نے رسول کاراستہ اختیار کیاہوتا،کاش میں فلاں کواپنا دوست نہ بناتا۔

ایسے ہی اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ سچوں کی معیت اختیار کرنے کاحکم قرآن میں دیتاہے، فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"[31]

[27] فوائدالفواد،ص:۱۲

[28] ایضاً،ص:۲۲

[29] نافع السالکین(ملفوظات خواجہ سلیمان تونسویؒ)،امام الدین، مطبوعہ لاہور،۱۲۸۵ھ،ص:۵۲

[30] الفرقان: ۲۵ / ۲۷

[31] التوبة: ۹ / ۱۱۹

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"الرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل"[32]

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

مصباح الہدایت میں مرقوم ہے:

''سبب خلاص نفس از مہالک توبہ است''[33]

ترجمہ: ہلاکتوں سے نفس کے چھٹکارے کا سبب توبہ ہے۔

مشائخ کے اصلاحی طریقہ کار میں توبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ترک معصیت میں کوئی چیز اتنی مدد و معاون نہیں جتنی توبہ۔ توبہ کے بعد انسان دوبارہ جنم لیتا ہے۔ ماضی سے اس کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ توبہ انسان کی زندگی میں ایسا موڑ ہے جہاں سے وہ ایک نئی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ یہ موڑ انسان کی زندگی میں جتنا جلدی آئے اچھا ہے۔ ورنہ بڑھاپے میں تو اس کے علاوہ چارہ کار ہی نہیں ہوتا۔ مشائخ چشت نے توبہ کی تین قسمیں کی ہیں:

۱۔ توبہ حال، ۲۔ توبہ ماضی، ۳۔ توبہ مستقبل

اگر بندہ ان تینوں اقسام پر غور کر کے توبہ کے عمل کو اپنی زندگی کا لازمی جزو تصور کر لے تو یقیناً مجموعی طور پر انسان ایک متمدن معاشرہ کا عکاس ہو گا۔

نتائج البحث

مشائخ چشت کے کارناموں کا سب سے اہم پہلو ان کے نظام اصلاح و تربیت سے وابستہ ہے۔ مشائخ چشت کی نفسیاتی بصیرت کا سرچشمہ ایمان و عمل کی قوت سے ابلتا تھا۔ مشائخ چشت نے اظہار کرامات کی نہ صرف ہر جگہ مذمت کی ہے بلکہ اس کو حیض الرجال سے تعبیر کیا ہے۔ مشائخ چشت کی پاکیزہ زندگیوں کی کشش ان کی اصلاحی اور دینی جدوجہد میں محسوس ہوتی ہے۔ مشائخ چشت نے نظام اصلاح و تربیت میں بیعت کے عمل کو لازمی جزو کے طور پر اختیار کیا ہوا تھا۔ انسان کو اخلاقی عیوب سے بچانا اور اس کو راہِ شریعت دکھانا مشائخ چشت کی کوششوں کا مرکز و محور تھا، اسی مقصد کے پیش نظر مریدین کو خلافت دی جاتی تھی۔ ہدایت و اصلاح کی کامیابی کا انحصار ہادی یا مصلح کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔

[32] سنن ابی داؤد، امام حافظ ابو داؤد سلیمان بن الاشعث (۲۰۲ھ- ۲۷۵ھ)، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، صفر ۱۴۳۰ھ/ فبرایر ۲۰۰۹م، کتاب الادب، باب من یؤمن ان یجالس، رقم الحدیث: ۴۸۳۳

[33] مصباح الہدایت، شیخ محمود بن علی کاشانی، مطبوعہ نول کشور ہند، نیز، ایران، س ن، ص: ۳۶۶